بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
فون نمبر ۴۹
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴
روزنامہ الفضل ربوہ
خطبہ نمبر ۸
ایڈیٹر روشن دین تنویر
یوم چہارشنبہ
The Daily ALFAZL RABWAH
قیمت فی پرچہ ۱۲ پیسے
جلد ۵۳/۱۸ | ۲۶ تبلیغ ۱۳۴۳ ہش ۱۲ شوال ۱۳۸۳ھ ۲۶ فروری ۱۹۶۴ء | نمبر ۴۸

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

— محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب —

ربوہ ۲۵ فروری بوقت ۹ بجے صبح

کل اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی اس وقت بھی طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

پاکستان کے مشہور عالم سائنسدان محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کی ایک جدید سائنسی تحقیق

ذرات میں درجہ بندی کے ایک نئے نظریہ کی تشکیل پر برطانیہ کے سائنسی حلقوں کی طرف سے اظہارِ تحسین

لندن ۲۳ فروری۔ مادہ یا عناصر کے ابتدائی ذرات کی درجہ بندی کے ایک بہتر نئے نظریہ کی تشکیل سے متعلق پاکستان کے نوعمر سائنسدان ڈاکٹر سلام کی تحقیق پر برطانیہ کے سائنسی حلقوں نے علی الاعلان انہیں خراج تحسین و آفرین پیش کیا ہے۔ برطانیہ کے صف اول کے سائنسی تبصرہ نگار مسٹر ٹام میرگریسن (Tom Mergerisom) کے نزدیک ڈاکٹر سلام نے جو نیا نظریہ قائم کر دکھایا ہے۔ وہ دنیائے سائنس کے بلند ترین کارہائے نمایاں میں سے ایک ہے۔ یہ کامیابی برطانیہ اور امپیریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے لئے جس میں ڈاکٹر سلام نظریاتی فزکس کے پروفیسر ہیں ایک فتح عظیم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس فتح پر فخر کا اصل استحقاق امریکہ کی ہوائی فوج کو پہنچتا ہے۔ جو ڈاکٹر سلام کو اس تحقیق کے لئے ۲ ہزار پونڈ سالانہ کی گرانٹ دیتی ہے۔ سائنسی اور صنعتی تحقیق کے برطانوی محکمے نے تو ان کے تحقیقی کام میں مالی معاونت سے انکار ہی کر دیا تھا۔

ڈاکٹر سلام نے یہ کارنامہ اپنے ساتھی ڈاکٹر جے سی وارڈ اور اپنے شاگرد ڈاکٹر نیمان (Dr. Neeman) کی مدد سے انجام دیا ہے۔

امریکہ میں ڈاکٹر سلام کے کارنامہ کا پہلا اعتراف آج سے تین روز قبل ہوا جبکہ نیویارک ٹائمز نے یہ اطلاع شائع کی کہ ڈاکٹر سیلمن (Dr. Cellman) کی سرکردگی میں بروکس ہیون لیبارٹری (Brookhaven Laboratory) نے مادہ میں ایمگا مائنس (Amega Minus) ذرہ دریافت کیا ہے۔ اس اطلاع میں یہ بھی تسلیم کیا گیا تھا کہ یہ دریافت ڈاکٹر سلام کی نمایاں تحقیق کے نتیجہ میں کی گئی ہے۔

سب سے پہلے اس نظریہ کی طرف ۱۹۵۹ء میں ایک جاپانی ماہر طبیعات مسٹر چیوکی (Mr. Chamkki) نے اشارہ کیا تھا جب ایک ریاضی پر مبنی طریق کار (جسے یونیٹری ٹرانسفرمیشن کہتے ہیں) کی مدد سے ایک ذرہ کو پھاڑا گیا۔ تو انہوں نے جو کچھ ظہور میں آیا اسے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے

(باقی دیکھیں صفحہ ۸ پر)

محترمہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے لئے دعا کی تحریک

ربوہ ۲۵ فروری۔ محترمہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی طبیعت گزشتہ دو ماہ سے ناساز چلی آرہی ہے۔ تا حال مستقل افاقہ کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ احباب جماعت خاص توجہ درد اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ موصوفہ کو اپنے فضل سے شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔ آمین

درخواستِ دعا امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع ننگرہار اطلاع دیتے ہیں کہ چوہدری محمد نقی صاحب بیرسٹر تا حال تشویش کن طور پر بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کاملہ کیلئے دعا کریں۔

شادی کی بابرکت تقریب

ربوہ — مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۶۴ء بروز اتوار مکرم مولوی احمد خان صاحب نسیم کے صاحبزادے ناصر احمد صاحب پرویز پروازی ایم۔ اے لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور مکرم مولوی محمد احمد صاحب جلیل کی صاحبزادی امۃ المجید بیگم صاحبہ ایم۔ اے لیکچرار جامعہ نصرت ربوہ کی شادی کی بابرکت تقریب عمل میں آئی۔ ان کا نکاح ۱۴ اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ نے پڑھا تھا۔

بارات کل مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۶۴ء کو چار بجے سہ پہر کے قریب مکرم مولوی احمد خان صاحب نسیم کے مکان واقعہ دارالرحمت وسطی سے مکرم مولوی محمد احمد صاحب جلیل کے مکان واقعہ جامعہ احمدیہ روانہ ہوئی۔ بارات کے روانہ ہونے سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حاجی محمد فاضل صاحب نے دعا کرائی۔ بارات ربوہ کے متعدد احباب کے علاوہ لاہور راولپنڈی، بھلوال سرگودھا، چک منگلا، چنڈ اور جل بھٹیاں کے احباب پر مشتمل تھی۔ (باقی صفحہ ۸ پر)

ہفتہ شجرکاری اور مجالس انصار اللہ

۲۱ تا ۲۷ فروری سرکاری طور پر ہفتہ شجرکاری منایا جارہا ہے۔ لہٰذا جملہ مجالس کے عہدیداران کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی اس طرف غیر معمولی توجہ فرمائیں۔ کیونکہ یہ ایک بہت بڑی قومی اور ملکی خدمت ہے۔ جس کے بجا لانے سے وہ ثواب کے مستحق ہوں گے۔ نائب قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

مبلغ برٹش گی آنا مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ کی والدہ صاحبہ کا انتقال

برٹش گی آنا میں فریضہ تبلیغ ادا کرنے والے ہمارے برطانوی مبلغ اسلام مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے اطلاع دی ہے کہ ان کی والدہ صاحبہ انگلستان میں وفات پاگئی ہیں۔ وہ عیسائی مذہب کی پیرو تھیں۔ ہمیں اس صدمہ میں مکرم آرچرڈ صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دین و دنیا میں ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین (وکالت تبشیر ربوہ)

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

خطبہ جمعہ

اصلاحِ اعمال کے لئے قوّتِ ارادی کو مضبوط اور قوّتِ متاثرہ کے نقائص کو دُور کرو،

تم اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ کہ دُنیا تمہاری نقل کرے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۳ر جولائی ۱۹۳۶ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
عقائد کے بارہ میں ہماری جماعت کی کوششیں نہایت بار آور اور کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ ہمارے عقائد کی صحت کو ہمارے مخالفوں نے بھی تسلیم کر لیا۔ کھلے طور پر اپنا لیا اور اختیار کر لیا ہے اس کے مقابلہ میں اعمال کے بارہ میں ہماری جماعت کی کوششیں ایسی بار آور اور کامیاب نہیں ہیں حتیٰ کہ غیر تو غیر

خود اپنی جماعت کے لوگ

بھی یہ مانتے ہیں کہ اس بارہ میں ہمیں وہ مقام حاصل نہیں کہ جو دنیا کے لئے نمونہ کہلا سکے حالانکہ ارادہ اور نیت اعمال کے متعلق بھی ویسا ہی موجود ہے جیسا کہ عقائد کی درستی کے لئے۔ پس جبکہ یکساں طاقت کا موجود ہے تو ایک جگہ ارادہ کا کم سے کم اثر اور دوسری جگہ زیادہ سے زیادہ اثر بتاتا ہے کہ بیرونی مخالفت ایک کی کم اور دوسرے کی زیادہ ہے۔

دنیا میں کام کرنیکی دقتیں

دو ہی ہیں۔ ایک قوتِ موثرہ کی کمی اور دوسرے قوتِ متاثرہ کی کمی۔ یا تو ناکامی اس لئے ہوتی ہے کہ کام کے پیچھے قوتِ ارادی اتنی مضبوط نہیں ہوتی جس کے ذریعہ وہ کام ہو سکتا ہے یا پھر قوتِ ارادی تو ہوتی ہے مگر بیرونی مخالفت اتنی شدید ہوتی ہے کہ اس پر غالب آجاتی ہے مثلاً ایک طالب علم ہے۔ وہ ارادہ کرتا ہے کہ سبق یاد کرے مگر ایک اور طالب علم ہے جو سبق یاد کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا اور جب وہ ارادہ نہیں کرتا تو کوشش بھی نہیں کرتا۔ پس ان میں سے ارادہ کرنے والا سبق یاد کر لے گا اور نہ کرنیوالا نہیں کرے گا۔

دوسری صورت کی مثال

یہ ہے کہ ایک طالب علم ارادہ تو کرتا ہے مگر اس ارادہ کے مقابلہ میں جو کام اس کے سپرد ہے وہ زیادہ ہے طالب علم سبق یاد کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر استاد بیوقوفی سے ایسی کتاب کا سبق اسے دے دیتا ہے جس کا وہ اہل نہیں۔ مثلاً پرائمری کے طالب علم کو ایم۔ اے کی کوئی کتاب پڑھاتا ہے۔ اب یہاں ارادہ تو ہے مگر کام اتنا مشکل ہے کہ ارادہ اس پر غالب نہیں آسکتا۔ یا ارادہ تو ہے مگر حافظہ اتنا خراب ہے کہ اس کی خرابی ارادہ پر غالب آجاتی ہے اس لئے جب تک ارادہ کی طاقت اور نہ بڑھ جائے یا جب تک اس سے زیادہ حافظہ پیدا نہ کیا جائے۔ اس وقت تک سبق یاد نہ ہوگا یا مثلاً حافظہ بھی اچھا ہے ارادہ بھی ہے مگر طالب علم کسی جگہ ملازم ہے اور اسے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ سبق یاد کر لے وہ جلدی جلدی کام ختم کرتا ہے کہ کتاب یاد کرنے کے لئے وقت مل جائے مگر وہ ادھر کتاب لے کر بیٹھتا ہے اور ادھر اس کا آقا اسے دوسرا حکم دے دیتا ہے اور اسے مجبوراً کتاب رکھنی پڑتی ہے۔ اب یہاں ارادہ بھی ہے۔ حافظہ بھی ہے۔ یاد کرنے کی قابلیت بھی ہے مگر وقت نہیں۔ ایسے حالات میں ارادہ قوتِ مؤثرہ تھی اور سبق اور اس کے یاد کرنے کے ذرائع قوت متاثرہ۔ اور اس کے معاون ارادہ نے جن آلات پر اثر ڈالنا تھا وہ اگر اسکے مؤید نہیں ہیں تو اس کی تمام کوششیں بے اثر رہیں گی۔ پس یہ دقتیں ہیں جن کی وجہ سے انسان کو ناکامی ہوتی ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے

ہم میں قوتِ ارادہ

دونوں امور میں یکساں موجود ہے جب کوئی شخص ہماری جماعت میں داخل ہوتا ہے تو وہ یکساں قوت سے فیصلہ کرتا ہے کہ اپنے عقائد اور اعمال دونوں کی اصلاح کرے گا۔ جب کوئی بچہ ہم میں پیدا ہوتا ہے تو وہ یکساں قوت کے ساتھ ارادہ کرتا ہے کہ وہ اسی طرح اپنے اعمال کو درست کرے گا جس طرح عقائد کو مگر ہر داخل ہونیوالا شخص اور ہر بالغ ہونے والا بچہ ایک ہی جیسی طاقت اور ارادہ کے باوجود

عقائد کی اصلاح

میں تو کامیاب ہو جاتا ہے لیکن اعمال کی اصلاح میں نہیں .... گو ہم میں سے افراد اعمال کی اصلاح میں بھی کامیاب ہیں مگر کلی اصلاح بعض افراد کی اصلاح سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے جماعتی اصلاح ضروری ہوتی ہے۔

جماعتی اصلاح

دنیا کے سامنے ایک ایسا نظارہ پیش کرتی ہے کہ دوسرے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں

سب سے بڑی قوتِ عمل نقل

ہے۔ اس سے زیادہ اثر کرنے والی کوئی اور قوت موجود نہیں۔ نقل دنیا میں ایسے حیرت انگیز کام کراتی ہے کہ عقل کو بھی پردے میں چھپا دیتی ہے اور یہ چیز دنیا کی عقل اور سمجھ اور فہم پر اس قدر غالب آجاتی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ ہماری گزشتہ تاریخ ابھی اتنی قدیم نہیں کہ نظروں سے اوجھل ہو سکے۔ ابھی قریباً سو سال کا ہی عرصہ ہوا کہ ہندوستان کا فیشن بالکل اسلامی تھا لوگ جبے اور عمامے پہنتے اور ڈاڑھیاں رکھتے تھے حتیٰ کہ ہندو بھی عمامے اور جبے پہنتے اور داڑھیاں رکھتے تھے مگر آج وہ زمانہ ہے کہ وہ لوگ جن کے گھروں سے یہ چیزیں نکلی تھیں وہ خود ان کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ کوٹ پتلون اور ہیٹ کے دلدادہ ہیں اور داڑھیاں منڈاتے ہیں۔ غور کرو کہ

آج سے صرف سو سال قبل

وہ کونسی چیز تھی جس نے داڑھی کو معقول بنا دیا تھا وہ کونسے دلائل تھے جنہوں نے جبے اور عمامے کو دوسرے سب لباسوں پر فوقیت دے دی تھی اور چھوٹے کوٹ کو ادنیٰ اور ذلیل قرار دیدیا تھا۔ صرف یہ کہ ایک قوم تھی جسے دنیا اچھا سمجھتی تھی وہ دوسروں کے اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ قوم نہ کسی سے ڈرتی ہے۔ نہ کسی کا اثر قبول کرتی ہے اور پھر ترقی اور عروج پر ہے اس لئے ضرور اس کے اندر کوئی خوبی ہے اس وجہ سے دوسروں نے بھی اس کی نقل شروع کر دی۔ پھر اور ایک قوم آئی جس کے پیچھے قوت ارادی موجود تھی۔ وہ جبہ پوشوں کے سامنے چھوٹے کوٹ اور عماموں والوں کے سامنے ہیٹ پہنے پھرتی رہی۔ وہ منڈی ہوئی داڑھی پر استقلال سے قائم رہی۔ لوگ اس پر ہنستے اور پھبتیاں اڑاتے رہے اور کہتے رہے کہ

یہ مرد ہیں یا عورتیں؟

ان کے چھوٹے کوٹوں کو دیکھ کر لوگ مضحکہ اڑاتے اور کہتے کہ کتنے کنجوس ہیں۔ کیا

دو گز اور کپڑا

نہ ملتا تھا کہ لبادہ بنا لیتے۔ ان کے سروں پر ہیٹ دیکھ کر کہتے کہ یہ بھی کوئی لباس ہے جیسے

بندر کے سر پر ٹوکری

رکھی ہو۔ مگر وہ لوگ اپنی بات پر قائم رہے اور آہستہ آہستہ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ ان کی ہنسی اڑاتے تھے وہ بھی نقل کرنے لگے۔ اور ساری دنیا میں یہی رو چل گئی کہ چھوٹا کوٹ ہی اچھی چیز ہے ہیٹ بہت آرام دہ ہے۔ دھوپ سے بچاتی ہے یہاں تک کہ ترکوں نے حکم دے دیا کہ جو سر پر چھجے دار ٹوپی نہ پہنے گا اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور جو داڑھی رکھے گا اسے سزا دی جائے گی۔ داڑھی

رکھنے اور لمبا کوٹ پہننے کے لئے لائسنس کی ضرورت ہے۔ جس طرح بندوق کے لئے ہمارے ہاں لائسنس ضروری ہوتا ہے۔ گویا داڑھی سے بھی کسی کو گولی ماری جا سکتی ہے۔ آخر کیا چیز تھی۔ جس سے سو سال کے اندر اندر دنیا میں اس قدر تغیر ہو گیا۔ اور ترکوں میں تو یہ تبدیلی ۱۵-۲۰ سال سے ہی ہوئی ہے۔ پہلے وہ ہیٹ کے بڑے دشمن تھے۔ ان کا قومی لباس

فیض کیپ

تھا جسے ہمارے ہاں رومی ٹوپی کہتے ہیں۔ باقی یورپین لباس تو خیر یورپ میں بھی ترکوں سے ہی گیا ہے۔ لیکن فیض ابھی قریب میں ان کے ہاں موجود تھی۔ اور ۱۰-۲۰ سال پہلے اسے اتارنا ترک اپنی ہتک سمجھتے چلتے تھے۔ مگر آج جو اسے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ یہ تغیر کیوں ہوا؟ اسی لئے کہ بعض قومیں ایسی تھیں جو ہیٹ پہنتی تھیں اور شرماتی نہیں تھیں انہیں دنیاوی عزت حاصل تھی۔ اس لئے دوسروں نے خیال کیا شاید ترقی اسی میں ہے

نقالوں کی مثال

تو ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ کسی ملک میں کوئی شخص طب نہ جانتا تھا۔ وہاں ایک طالب تھا جو بہت ہوشیاری کا دعوے کرتا تھا اور لسان تھا۔ مگر دراصل بے وقوف تھا۔ وہاں کے لوگوں نے اسے اپنے ہمسایہ ملک میں طب سیکھنے کے لئے بھیجا۔ اور اس کے ملک کے رؤسا نے اپنے واقفوں اور آشناؤں کے نام اسے خطوط وغیرہ بھی دیئے۔ چنانچہ وہ گیا۔ اور ایک طبیب کے شاگردوں میں داخل ہو گیا۔ ابھی دو تین روز ہی ہوئے کہ طبیب کسی مریض کو دیکھنے گیا اور اسے بھی قلمدان اٹھا کر ساتھ چلنے کو کہا۔ وہاں جا کر مریض کی نبض دیکھی۔ اور اسے کہا کہ آپ نے کل چنے کھائے۔ بھلا آپ ایسے نازک مزاج کو چنے کیسے ہضم ہو سکتے ہیں یہ پیٹ درد اسی وجہ سے ہے۔ اسے نسخہ لکھ کر دیا۔ اور واپس آ گئے۔ وہ طالب علم استاد کے مکان پر پہنچ کر کہنے لگا کہ بس اجازت دیجئے میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ اس نے پوچھا

طب سیکھنے کا ارادہ

ترک کر دیا۔ اس نے کہا نہیں بس میں پڑھ چکا ہوشیار آدمی بہت جلد سیکھ سکتا ہے۔ وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ استاد نے کہا کہ اتنی جلدی طب کہاں سیکھی جا سکتی ہے۔ اس نے کہا نہیں جی ہوشیار آدمی کے لئے کیا مشکل ہے اصل چیز تشخیص ہے۔ سو اس کا گر میں نے معلوم کر لیا ہے۔ آگے علاج تو ہر ایک جانتا ہے۔ وطن پہونچا تو لوگوں نے کہا اتنی جلدی واپس آ گئے۔ اس نے کہا ہاں میں سیکھ آیا ہوں۔ ہوشیار

آدمی جلد سیکھ سکتا ہے۔ وہاں کوئی رئیس بیمار ہوا۔ تو یہ طبیب صاحب بھی پہونچے۔ اور چارپائی کے نیچے نظر ڈالنے کے بعد کہا کہ آپ نازک مزاج آدمی ہیں۔ آپ نے

گھوڑے کی زین

کھائی۔ بھلا وہ آپ کیونکر ہضم کر سکتے تھے۔ وہ رئیس غصہ سے بھر کر کہنے لگا کہ گستاخی کرتے ہو۔ تمہیں علاج کے لئے بلایا ہے یا ایسی باتوں کے لئے۔ اور نوکروں سے کہا اسے خوب پیٹو۔ جب خوب پٹ چکا تو کہنے لگا کہ اس طبیب نے جس سے میں نے طب سیکھی ایسی ہی کی تھی۔ وہ مریض کو دیکھنے گیا۔ تو میں بھی اس کے ساتھ تھا اور تاڑتا رہا۔ کہ کیا کرتا ہے۔ اس نے چارپائی کے نیچے دیکھا۔

دو تین چنے کے دانے

پڑے تھے۔ اس نے مریض سے کہا کہ تم نے چنے کھائے ہیں۔ میں نے سمجھا جو چیز چارپائی کے نیچے پڑی ہو وہی مریض نے کھائی ہوتی ہے تو نقال ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کسی کو ترقی یافتہ دیکھا۔ تو اس کے کاموں کی نقل شروع کر دی۔ مگر اس وجہ سے کبھی اس سے مضحکہ انگیز صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایک معمولی طاقت ہے یا بری چیز ہے۔ اس میں زبردست طاقت ہے۔ اور جس طرح اس سے بری باتیں پیدا ہوتی ہیں کبھی یہ

اچھی تبدیلیاں

بھی پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ تک عرب لوگ سمجھ سمجھ کر اسلام قبول کر رہے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد ان میں سے بہتوں نے محض نقل کے طور پر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ گویا اسلام قبول کرنا اس وقت فیشن ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دریا ہے جو امڈا چلا آ رہا ہے۔ دس دس اور بیس بیس ہزار افراد پر مشتمل قبائل ایک وقت میں اسلام قبول کرتے تھے۔ اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس بارہ میں وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور کہتے تھے جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو ہمارا مخالف قبیلہ پہلے داخل ہو جائے۔ تو وہ اسلام نقل کا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

زکوٰۃ کا فتنہ

جب اٹھا۔ تو وہی نقال جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی تھی۔ انہوں نے کفر کی طرف لوٹ جانے میں جلدی کی۔ ایسے سب قبائل نے ارتداد اختیار کر لیا۔ حتیٰ کہ سارے عرب میں صرف تین جگہ نماز باجماعت ہوتی تھی۔ یہ اتنا نازک وقت تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے

بہادر انسان نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس وقت ہمیں ذرا نرمی اختیار کرنی چاہیئے۔

سارے ملک میں بغاوت

ہو گئی ہے۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جواب دیا کہ جو لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی بھی زکوٰۃ میں دیتے تھے۔ جب تک وہ یہ رسی اب بھی نہ دینے لگیں۔ میں ان سے لڑائی بند نہیں کروں گا خواہ خطرہ اتنا بڑھ جائے کہ مدینہ کی گلیوں میں

مسلمان عورتوں کی لاشیں

پڑی ہوں جنہیں کتے گھسیٹتے پھریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب ان سے گفتگو کر کے باہر نکلے۔ تو آپ کے دوستوں نے جو انتظار میں کھڑے تھے۔ اور اسی فکر میں تھے پوچھا۔ کچھ کامیابی ہوئی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس بڈھے کو بہت کمزور دل کا سمجھتا تھا۔ مگر یہ تو ہم سب سے زیادہ بہادر ہے۔ اور آخر خدا تعالےٰ کے فضل سے حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کو دوبارہ عرب میں قائم کیا اور تربیت کے ماتحت وہی عرب سچے مسلمان بن گئے۔ غرض

نقل ایک زبردست طاقت ہے

جو کبھی نیکی کے پھیلنے میں ممد ہوتی ہے اور کبھی بدی کے پھیلنے میں۔ چنانچہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ یہی نقل جس نے ایک دفعہ اسلام کی اشاعت میں مدد کی تھی۔ دوسرے وقت میں اس کے شعار کو مٹانے میں مدد کی۔ اور وہ لوگ جو داڑھیاں رکھتے تھے۔ ان سے داڑھیاں منڈوانے لگی۔ کبھی اس نے خدا اور اس کے رسول پر ایمان کے اظہار میں مدد دی۔ اور کبھی انکار میں۔

پس نقل اپنی ذات میں نہ اچھی ہے۔ اور نہ بری۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

من تشبہ بقوم فھو منھم

نقل کرنے والا اگر اچھی چیز کی نقل کرتا ہے تو وہ اچھا ہو جاتا ہے اور اگر بری چیز کی نقل کرتا ہے تو برا ہو جاتا ہے۔ نقل ایک شیشے کے کٹورے کی مانند ہے۔ اس میں اگر دودھ ڈالا جائے تو دودھ نظر آ جاتا ہے۔ اور اگر پانی ڈالا جائے تو پانی۔ اس میں کالا رنگ ڈالا جائے تو وہ کالا نظر آتا ہے اور اگر رنگ سرخ ڈالا جائے تو سرخ۔ غرض وہ ہر رنگ کے قبول کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

درحقیقت اس زبردست طاقت کو اسلام نے

انسان کی بہتری کیلئے

پیدا کیا ہے۔ تا کامیابی کے راستہ پر اس کا سفر اس کے لئے آسان ہو جائے۔ گو گندے لوگ اسے بری طرح استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ جیسے اور پاکیزہ اشیاء کو لوگ بری طرح استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس طاقت کی پیدائش کی اصل غرض یہ ہے کہ صداقت ایک وقت تک جدوجہد کرنے کے بعد جب اپنا سکہ جمالے تو پھر اس کی اشاعت میں سہولت پیدا ہو جائے چنانچہ جب کوئی قوم ایک ایسے مقام پر کھڑی ہو جاتی ہے کہ لوگ اس کی نقل کریں تو وہ کامیاب ہو جاتی ہے۔ ورنہ ایک ایک اور دو دو کو منوانا بڑا لمبا کام ہے اور اس طرح منوانے کے لئے ایک بڑا عرصہ

کامیابی کے لئے

درکار ہوتا ہے اور دنیا کب تک انتظار کر سکتی ہے۔ چنانچہ اپنی ترقی کو ہی دیکھ لو اگر لوگ اسی طرح ہماری جماعت میں داخل ہوتے رہیں۔ جس طرح اب ہوتے ہیں۔ یعنی ایک ایک دو دو یا جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں لوگ داخل ہوتے تھے۔ تو شاید ہم ہزار سال میں اتنے لوگوں کو بھی احمدی نہ کر سکیں جتنے حضرت عمرؓ کے زمانہ تک اسلام لائے تھے۔ کامیابی اسی وقت ہوتی ہے۔ جب لوگ نقل کرنے لگیں۔ اگر جس چیز کی نقل کی جائے۔ سچی ہو تو اس کی نقل کرنے والے بھی عقل والوں جیسے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تربیت سے سچائی ان کے دلوں میں بٹھا دی جاتی ہے فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ دخول کے وقت وہ نقل سے کام لیتے ہیں۔ اور عقل بعد میں آتی ہے مگر

نیک امر کی نقل

کرنے والا باوجود اس کے کہ اسے اچھی عقل سے حصہ نہیں ملا ہوتا۔ بوجہ اس کے کہ وہ اچھی اور معقول بات کی نقل کر رہا ہوتا ہے۔ دوسروں سے ذہین ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ

ہیرے کی مثال

سنائی ہے۔ وہ کم عقل آدمی تھا صرف نقل سے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا۔ جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اسے کہا کہ تم قادیان کیوں رہتے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں کوئی پڑھا لکھا آدمی تو ہوں نہیں۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ مرزا صاحب سٹیشن سے بارہ میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں اور لوگ خود بخود ان کے پاس پہونچ جاتے ہیں۔ مگر آپ روز سٹیشن پر آتے ہیں۔ اور آپ کی

جوتیاں بھی گھس گئی ہیں مگر پھر بھی آپ کو کوئی نہیں پوچھتا۔ یہ دلیل اس کی ٹھیک تھی۔ گو اسی حد تک جس حد تک پیر بے کے ایمان کا سوال تھا۔

دنیا کی جتنی تسلی نقل سے ہوتی ہے اتنی دلائل سے نہیں ہوتی۔ نقل میں

پونچھ پکڑنے والی بات

ہوتی ہے۔ سچائی جب ایک حد تک ترقی کر جاتی ہے تو لوگ اس میں داخل ہونے کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ اس وقت وہ کوئی معمولی سی دلیل بھی سن لیں تو کہہ دیتے ہیں کہ بس اب ہم سمجھ گئے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال اس دھوبی کی سی ہوتی ہے جسے کہتے ہیں روز گھر والوں سے

روٹھنے کی عادت

تھی۔ ایک دن اس کے بیوی بچوں نے فیصلہ کیا کہ اگر اب یہ روٹھے تو اسے منایا نہ جائے کیونکہ روز منانے سے یہ سر چڑھ گیا ہے۔ اگلے روز وہ پھر روٹھ گیا اور کہنے لگا میں گھر میں نہیں رہوں گا اور بیل کو لے کر باہر چلا گیا۔ دن بھر انتظار کرتا رہا کہ کوئی منانے آئے گا مگر کوئی نہ آیا۔ ادھر بھوک نے تنگ کیا تو شام کے وقت بیل کو چھوڑ دیا۔ اسنے گھر کو ہی جانا تھا کیونکہ اسے یہی عادت تھی کہ صبح گھر سے آنا اور شام کو گھر چلا جانا۔ دھوبی نے اس کی دُم پکڑ لی اور پیچھے پیچھے یہ کہتا ہوا کہ چھوڑ دو بھی یار تم مجھے یونہی زبردستی گھر لے جا رہے ہو۔ میں نہیں جانا چاہتا۔ گھر آ گیا۔ تو جب کوئی قوم ایسے مقام پر کھڑی ہو جائے کہ دوسرے اس کی نقل کرنے لگیں تو پھر ڈر اور خوف جاتا رہتا ہے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ قوم صبح و شام دن رات بڑھتی ہی جاتی ہے اور اسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ممکن ہے اس کی مخالفت سے ہم پر کوئی عذاب آئے اور وہ اس کے ساتھ ملنے کے لئے

بہانے کی تلاش

میں لگ جاتے ہیں اور جب کوئی جا کر تبلیغ کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس طرح تو آج تک ہمیں کسی نے سمجھایا ہی نہ تھا اور جھٹ ایمان لے آتے ہیں تو نقل دونوں طرح کام کرتی ہے۔ مگر یہ مقام حاصل کرنے کے لئے ایک حد تک

طاقت کی ضرورت

ہوتی ہے۔ جب تک اس خاص معیار پر کوئی قوم نہ پہنچ جائے لوگ اس کی نقل نہیں کرتے۔ پس ماننا پڑے گا کہ نقل میں بھی فائدے ہیں اور خدا نے اسے بے وجہ پیدا نہیں کیا اور فائدہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ دین کی اشاعت میں بھی اس سے مدد لیتا ہے۔ داخل ہونے کے بعد منوانا آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ داخل ہونے کے بعد انسان حکومت کے اندر آجاتا

ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ سہولت پیدا کس طرح ہوتی ہے تا اسے حاصل کیا جا سکے لوگ آج

عقائد کے بارہ میں ہماری نقل

کر رہے ہیں۔ آج لوگ اگرچہ یہ نہیں جانتے کہ وفاتِ مسیح سے اسلام کے کیا فوائد وابستہ ہیں مگر وہ اسے جانتے ہیں سارے قرآن کو محفوظ سمجھنے کے فوائد وہ نہیں جانتے مگر یہ عقیدہ ان کا ہو گیا ہے۔ الہام کے جاری ہونے کی پوری حکمت کو وہ نہیں سمجھتے مگر عیسائیوں اور آریوں سے مقابلہ کے وقت وہ

اسلام کی فضیلت

کے طور پر اسے پیش کرتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ صفاتِ الٰہیہ کے کمال کا اقتضاء یہ ہے کہ سب قوموں میں نبیوں کی آمد تسلیم کی جائے مگر دو کروڑ لوگوں کے سامنے وہ یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے لیکن ابھی ہمارے اعمال کی لوگوں نے نقل شروع نہیں کی اور میں نے پچھلے بعض خطبات میں بتایا تھا کہ اس رستہ میں ہمارے لئے کچھ دقتیں ہیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ جب قوت ارادی بحال ہے تو یہ امتیاز کیونکر پیدا ہوا ہے۔ میرے اس

بیان کا خلاصہ

یہ ہے کہ اس کی وجہ قوتِ متاثرہ کی کمزوری اور اس کے معاونین کا نقص ہے۔ ایک چاقو سے ہم سنگترہ کاٹ سکتے ہیں مگر لوہے کی سلاخ نہیں کاٹ سکتے۔ ریتی سے لوہے کو چھیل سکتے ہیں مگر ہیرے کو نہیں کیونکہ وہ زیادہ سخت ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اعمال کے متعلق ہماری رکاوٹیں عقائد کی روکوں سے زیادہ سخت ہیں۔ اور وہ میں بیان کر چکا ہوں کہ کیا ہیں۔ اور اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ان روکوں کو دور کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اگر ہم دوسروں پر غالب آنا چاہتے ہیں تو ہمیں پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اس سے ہمارے اندر ایسی قوت پیدا ہو جائے گی کہ دوسروں کی اصلاح کر سکیں۔ دوسروں سے نقل کرانے کے لئے

بہادری اور استقلال

کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کوئی قوم مضبوطی سے ان چیزوں پر قائم ہو جاتی ہے تو دوسرے خود بخود اس سے مرعوب ہونے لگتے ہیں اور پھر اس کی نقل شروع کر دیتے ہیں۔ جب دنیا میں لوگ بُری سے بُری باتوں کی نقل کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اچھی باتوں کی نہ کریں۔ اب

انگریزوں میں ناچ

کا رواج ہے مگر پہلے اسے بُرا سمجھا جاتا تھا مگر آہستہ آہستہ لوگوں نے اسے اختیار کرنا شروع کیا۔ پہلے پہلے عورت اور مرد ہاتھ پکڑ کر ناچتے تھے۔ پھر سینہ کی طرف سینہ کر کے پھر یہ سلسلہ ترقی کر کے فاصلہ تین انگلی تک آ گیا۔ اور اب بہت جگہ پر یہ بھی اڑایا جاتا ہے۔ تو جس چیز کو بہادری اور استقلال سے قائم رکھا جائے لوگ اس کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں

ملکہ الزبتھ

کے زمانہ میں جب پہلے پہل داڑھیاں منڈوانے کا حکم دیا گیا تو بعض درباریوں نے اپنے عہدے ترک کرنے اور دربار سے نکلنا منظور کر لیا مگر داڑھیاں منڈوانے پر رضامند نہ ہوئے۔ مگر آج کوئی داڑھی رکھنا پسند نہیں کرتا تو ہر چیز کے بدلنے سے پہلے ایک طاقت کی ضرورت ہوتی ہے جب لوگ اسے پیدا کر لیتے ہیں تو دوسرے ان کی نقل شروع کر دیتے ہیں اور جب تک وہ پیدا نہ ہو نقل کرانا دشوار ہوتا ہے۔ اور ہم نے اپنے اندر ایسی طاقت کو پیدا کرنا ہے مگر اس کے رستہ میں بہت سی روکیں ہیں جن کے مقابلہ کے لئے ہم نے قواعد تجویز کرنے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں اپنے

نفسوں کی قربانی

اور ایک ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور جب تک یہ چیزیں ہمیں حاصل نہ ہوں گی ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔۔۔۔ میں نے

جماعت کو بار ہا توجہ

دلائی ہے کہ وہ ان مشکلات پر اور ویسی ہی دوسری مشکلات پر جو ہمارے سامنے آئیں غور کرے کہ ان کا کیا علاج ہے وہی علاج ہماری کامیابی کا علاج ہوگا۔ ہر احمدی اس بات پر غور کرے اور یقیناً آپ میں سے ہر ایک کا دل یہی گواہی دے گا کہ ہمارے ارادہ میں کمی نہیں۔ ارادہ اعمال کی اصلاح کے متعلق بھی ویسا ہی ہے جیسے عقائد کی اصلاح کے بارہ میں

نقص قوتِ متاثرہ میں ہے

جن پر ہمارے ارادہ نے اثر انداز ہونا ہے۔ ان میں نقص ہے۔ ہمارے پاس چاقو موجود ہے مگر جس چیز کو اس سے کاٹنا ہے وہ اس سے زیادہ سخت ہے۔ یا ہمیں اس کو نرم کرنا پڑے گا اور یا پھر چاقو کو تیز کرنا ہوگا۔ اس کے سوا چارہ نہیں۔ سخت چیز کو نرم کر کے بھی اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جیسے سونا چاندی ہے اس کا کشتہ بنا لیا جاتا ہے۔ لوہا کتنی سخت چیز ہے مگر اس کا بھی کشتہ بنا لیا جاتا ہے۔ پس یا تو

قوتِ ارادی کو زیادہ مضبوط کرو

اور یا پھر قوتِ متاثرہ کے نقص کو دور کرو یہی دو علاج ہیں۔ اگر ہم اپنے ارادوں میں اتنی طاقت پیدا کر لیں کہ وہ سب روکوں کو مٹا دے تو پھر بھی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں اور ایسی قوت ارادی ایمان سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ ایمان جس قدر مضبوط ہوگا اسی قدر قوتِ ارادی مضبوط ہوگی۔ اگر ایمان کمزور ہو تو قوتِ ارادی بھی کمزور ہوگی۔ حضرت مسیح ناصری نے فرمایا ہے کہ اگر تمہارے اندر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو تم پہاڑوں کو چلا سکتے ہو۔ مگر جب تک یہ مقام حاصل نہ ہو اس وقت تک

جدوجہد کی بہت زیادہ ضرورت ہے

بے شک یہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ ہم میں سے بعض کو وہ مقام دیدے کہ ہم جو چاہیں ہو جائے مگر ساری جماعت یہ مقام حاصل نہیں کر سکتی باقیوں کے لئے جدوجہد کی ضرورت پھر بھی باقی رہے گی اور اس کے لئے ہم کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ کونسی تدابیر ہیں جن سے ساری جماعت کامیابی کا منہ دیکھ سکے اور ان روکوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ہمارے رستہ میں ہیں ایسے علاج تجویز کرنے چاہئیں کہ باوجود ان کے ہم کامیاب ہو سکیں۔

مسئلہ ختم نبوت اور بزرگان سلف

قاضی کوکب صاحب کی غلط بیانیاں

مکرم راجہ اے ایس احمدی بھگوال ضلع جہلم

ترجمان القرآن جنوری ۱۹۶۴ء میں قاضی عبد النبی کوکب صاحب کا مضمون بعنوان "قادیانیوں کے بعض دلائل کا علمی جائزہ" کے عنوان سے پڑھ کر بے اختیار یہ شعر سامنے آجاتا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ عالم کہلا کر اتنی معمولی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ ہم کس دلیل کو کس رنگ میں پیش کر رہے ہیں اور ہمارا مقصود کیا ہے۔ دراصل یہ لوگ جان بوجھ کر حقیقت سے اعراض کرتے ہیں۔

جناب کوکب صاحب کے مضمون کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ اول۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اجرائے نبوت کے قائل ہیں اور ہم اس چیز کو پیش کرتے ہیں۔ دوم۔ ہم نے ختم نبوت کے بارہ میں اپنے عقیدہ کی بنیاد حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً پر رکھی ہے حقیقت یہ ہے کہ کوکب صاحب کے مضمون کی یہ دونوں بنیادیں ہی غلط ہیں۔

اب چونکہ کوکب صاحب کا سارا مضمون انہی دو مفروضوں پر مبنی تھا۔ اس لئے ہماری اس وضاحت سے ان کے سارے مضمون کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہتی ہے اور اس پر مزید کسی تبصرہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی تاہم صاف دل عوام کو اس غلط فہمی کی دلدل سے نکالنے کے لئے ہم اصل حقیقت پیش کرتے ہیں۔

ہم ہرگز یہ دعوے نہیں کرتے کہ ملا علی قاری عقیدہ ختم نبوت کے بارہ میں پوری طرح ہمارے ہم نوا ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو عقیدہ ہمارا ہے وہ قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی صلعم کے بعد ایسے انبیاء آ سکتے ہیں جو آپ ہی کی شریعت کے عین متبع ہوں اور انہوں نے یہ مقام آپ ہی کی اطاعت میں پایا ہو۔ ہمارے مخالفین اس پر کہتے ہیں کہ ایسا ہونے سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں فرق آتا ہے۔ ہم کہتے ہیں بالکل نہیں آتا۔ اور مختلف قسم کے ثبوت پیش کر کے اپنے مدمقابل کو لاجواب کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ہم ملا علی قاری کے بیان کو بھی پیش کرتے ہیں۔ یہ چیز زیر بحث ہی نہیں کہ وہ بارہ ختم نبوت ملا علی قاری کا عقیدہ کیا ہے۔ وہ کس حدیث کو صحیح مانتے ہیں۔ کس کو غلط اور اس سے کیا نتیجہ نکالتے ہیں۔ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ ملا علی قاری کا عقیدہ یہی تھا کہ نبی کریم صلعم کے بعد نہ ابراہیم نبی ہو سکتے تھے نہ عمر نہ کوئی اور وجود۔ لیکن ان کے نزدیک عقلاً یہ تو ممکن ہے کہ نبی کریم صلعم خاتم النبیین بھی رہیں اور آپ کے بعد کوئی آپ کا متبع آپ ہی کی شریعت کا حامی ہو کر نبی آجائے۔ بحث خاتم النبیین کی حقیقت پر ہے۔ ملا علی قاری کے عقیدہ پر نہیں۔ ملا علی قاری نے صاف لکھا ہے کہ فلو عاش ابراھیم وصار نبیاً وکذا لو صار عمر نبیاً لکان من اتباعہ ..... فلا یناقض قولہ خاتم النبیین اذا المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ۔ ترجمہ:۔

اس کے ساتھ میں کہتا ہوں ابراہیم و عمر نبی بن جاتے تو وہ نبی صلعم کے متبعین میں ہوتے پس یہ قول خاتم النبیین کے مخالف نہیں کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

ملا علی قاری کا بے شک یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا لیکن ہر دیانت دار شخص یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ ملا علی قاری کے نزدیک نبی کریم صلعم کی امت میں سے ہو کر اگر کوئی ایسا نبی آجائے جو آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے تو وہ نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی رخنہ نہ ڈالے گا۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ہماری ان باتوں کو کسی پیچیدگی یا مشکل بات ہے جسے ہمارے مخالف نہ سمجھ سکتے ہوں۔ ہماری بحث ملا علی قاری کے عقیدہ سے نہیں خاتم النبیین کی حقیقت سے ہے جو وہ سمجھتے تھے ان کے نزدیک نبی کریم صلعم کا امتی ہو کر آپ کی شریعت کو منسوخ کئے بغیر کسی مقام نبوت کا پا جانا نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی فرق نہیں ڈالتا تھا اور اسی امر کو ہم پیش کرتے ہیں اس کا اثبات سے کوئی تعلق نہیں کہ ملا علی قاری کا عقیدہ ختم ہونے کے متعلق کیا تھا۔ اسی طرح مولانا قاسم نانوتوی کا حوالہ ہے ہم ہرگز ان کے عقیدہ کو پیش نہیں کرتے بلکہ اس مفہوم کو پیش کرتے ہیں جو خاتم النبیین کا وہ سمجھے ان کے نزدیک خاتم النبیین میں کوئی امر مانع نہیں کہ نبی صلعم کے بعد کوئی نبی آئے ان کے نزدیک خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ نبیوں کے باپ ہیں جو نبی بعد میں آئے آپ ان کے بھی باپ ہیں۔ ہاں عقیدہ گو وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ لیکن ہماری اس سے بحث نہیں ہماری بحث مفہوم خاتم النبیین سے ہے اور ادنے تدبر سے سمجھا جا سکتا ہے۔

راولپنڈی کے مشہور عالم مولوی غلام اللہ خان صاحب جو آج کل مسجد تعلیم القرآن میں قرآن مجید کا درس دے رہے ہیں گزشتہ دنوں جب سورہ مائدہ کی اس آیت پر پہنچے کہ

تو انہوں نے بڑے زوردار الفاظ میں اور بڑے جوش میں آ کر ان لوگوں کی زبردست تردید کی جو اس آیت سے حیات عیسےٰ ثابت کرتے ہیں انہوں نے ایک گرامر کا قاعدہ پیش کیا جس کی رو سے کہا کہ اس آیت سے ہرگز ہرگز حضرت عیسےٰ کی حیات ثابت نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو پھر ساتھ ہی ان کی ماں اور سب کی حیات ثابت ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ وضاحت کر دی کہ میں عیسےٰ کو زندہ مانتا ہوں۔

اب اگر ہم ان کی اس آیت کے متعلق تحقیق کو ایک ایسے شخص کے سامنے بحث کو مختصر کرنے کے لئے پیش کریں جو ان کا معتقد ہو اور ان کے بیان کو حجت مانتا ہو تو اس کا یہ حق کہاں سے نکل آیا کہ وہ ہم سے مولوی غلام اللہ خان صاحب کا عقیدہ پوچھنے لگے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی ! نبی ہو سکتا ہے ہمارے مخالفین کہتے ہیں جو امتی ہو اس کا نبی ہونا غلط ہے ہم کہتے ہیں چلو ایک دو منٹ کے لئے اس بات کو چھوڑ دو امتی فی الواقعہ نبی بنے گا یا نہیں ہم اس بات کو طے کرتے ہیں کہ امتی کا نبی ہونا جائز ہے یا نہیں ہمارے خالف کہتے ہیں کہ جو امتی ہو وہ نبی کیسے ہوا اور جو نبی ہوا وہ امتی کیسے ہوا ہم اپنی بات کی تائید میں ہفت روزہ تنظیم ۲۷ دسمبر ۶۳ء صفحہ ۵ کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں کہ "ایک حیثیت سے رسول ہونا اور ایک حیثیت سے امتی ہونا کوئی منافی نہیں" اب اگر کوئی عقلمند کہے کہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں تنظیم کا تو یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو جو فتوی اس عقلمند پہ لگے گا اسی کے جناب کوکب صاحب مستحق ہیں

دوسری مثال میں ہفت روزہ دعوت ۲۷ دسمبر ۶۳ء سے دیتا ہوں ہم بحث یہ کرتے ہیں کہ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی اور نبی آجائے تو کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جو مقام و مرتبہ خاتم النبیین کا ہے اس پر کوئی زد پڑتی ہے یا نہیں؟ ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ زد پڑتی ہے ہم کہتے ہیں نہیں پڑتی یہ سوال زیر بحث نہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی فی الواقعہ آئے گا یا نہیں سوال نبی کریم صلعم کے رتبہ پہ زد پڑنے کا ہے ہم اس کی تائید میں ہفت روزہ دعوت سے یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی اور نبی پیدا ہو اور وہ حضور کے ماتحت ہو کر رہے تو ختم نبوت کے عقیدہ پر براہ راست کوئی زد نہیں پڑتی"۔ کیا یہ منطقی لحاظ سے غلط استدلال ہے ہرگز نہیں ہاں اگر یہ دعویٰ کریں کہ عقیدہ اجرائے نبوت میں تنظیم اور دعوت ہم نوا ہیں تو یہ دعویٰ بے شک غلط ہوگا لیکن جہاں تک ختم نبوت کی تشریح کا تعلق ہے اس قسم کے حوالہ جات پیش کرنے میں ہرگز کوئی قباحت نہیں باقی رہا یہ مسئلہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے گا یا نہیں اس کے لئے ہم اور دلائل دیتے ہیں جنہیں نہ کوئی آج تک توڑ سکا اور نہ آئندہ توڑ سکے گا ان شاء اللہ العزیز۔

اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ ختم نبوت کے معنے تکمیل نبوت کے ہیں کہ نبی کریم صلعم کو نبوت کے تمام مراتب مکمل طور پر عطا ہوئے اور کسی مرتبہ کا کوئی جزو باقی نہ رہا تو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جنوری ۱۹۶۴ء کے صفحہ ۲۳ پر کی یہ عبارت جو مہتمم دارالعلوم دیوبند جناب قاری محمد طیب صاحب کی ہے ہم پیش کر سکتے ہیں کہ "ختم نبوت کے معنے تکمیل نبوت کے ہیں ..... نبوت حضور کی ذات اقدس پر آکر اپنے تمام مراتب کے ساتھ ختم ہوگئی اور کوئی درجہ نبوت کا باقی نہیں رہا کہ اس کو دنیا میں لانے کے لئے کسی نبی کو عطا کیا جائے"۔

یہاں ہماری بحث قاری صاحب کے عقیدہ سے نہیں بلکہ ختم نبوت کے معنوں سے ہے ہاں اس سے جو قاری صاحب نے مزید استدلال کیا ہے وہ الگ زیر بحث آئے گا۔

دوسری بات جس پر جناب کوکب صاحب نے بڑا زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے لو عاش ..... والی حدیث کو اپنے عقیدہ کی بنیاد بنایا ہے یہ بھی بالکل غلط بات ہے ہماری بنیاد خدا تعالیٰ کا الہام ہے خدا نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً اجرائے نبوت والا عقیدہ سمجھایا پھر اس کے لئے قرآن و احادیث سے آپ نے دلائل جمع کئے اس حدیث میں اگر ایک راوی ناقابل اعتبار ہوا تو کیا یہ حدیث تائیدی طور پر بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ کوکب صاحب کا دل گواہی دے گا اور وہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے عقیدہ کی بنیاد یہ حدیث نہیں اگر انہوں نے اپنی زیب داستان کے لئے یہ تہمت ہم پر لگائی ہے تو ہم ان سے درگزر سے کام لیتے ہیں لیکن حیرت ہے کہ وہ خود نہیں سوچتے کہ وہ خدا کو جا کر کیا جواب دیں گے آخر انہوں نے ہمیشہ ہمیش کے لئے اس دنیا میں تو نہیں رہنا

اپنے نوٹ کو ختم کرنے سے پہلے ہم یہ چیز پیش کرنا چاہتے ہیں کہ قرآنی معیار کے مطابق جب ایک شخص کا ملہم من اللہ ہونا ثابت ہوگیا اس کی نبوت ثابت ہوگئی اس کے عقاید کی تفتیش ہوگئی تو ان تفتیش شدہ عقاید کی تائید کرنے والی احادیث از خود درست ثابت ہو گئیں یہ کیا ضروری ہے کہ ابراہیم بن عثمان ہر موقعہ پر ہی جھوٹ بولے جھوٹا آدمی بھی اکثر باتیں سچی ہی کیا کرتا ہے جھوٹ تو وہ کسی خاص موقعہ پر یا کسی مصلحت کی بنا پر بولا کرتا ہے پھر اگر یہ حدیث جمہور عقیدہ کے (باقی صفحہ پر)

رپورٹ الگ مطبوعہ فارم پر بھجوانی ضروری ہے

گذشتہ سال کے تجربہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جو مجالس اطفال الاحمدیہ اپنی کارگزاری کی رپورٹ الگ مطبوعہ فارم بر دفتر اطفال الاحمدیہ پر بھجواتی رہیں۔ ان کے اطفال غیر معمولی ترقی کر رہے ہیں۔

لہذا دیگر مجالس جنہوں نے اب تک الگ رپورٹ فارم پر رپورٹ نہیں بھجوائی۔ وہ بھی اس طریقہ کو استعمال کریں۔ اور آئندہ سے الگ فارم پر رجوع دفتر مرکزیہ سے خط آنے پر ہر وقت مل سکتا ہے۔ رپورٹ ماہانہ کارگزاری بھجوا دیا کریں۔ یہ یاد رہے۔ کہ جو مجالس کام کرتی ہیں۔ مگر رپورٹ نہیں بھجواتیں۔ ان کا کام صفر کے برابر ہے۔

جیب خرچ سے چندہ ادا کرنے والے بچے

مکرم شیخ احمد علی صاحب گڑھی شاہو لاہور تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی بیٹی ثریا بیگم نے اپنا وعدہ تحریک جدید مبلغ دس روپے ۲۹ رمضان المبارک کی دعا میں فہرست میں شامل ہونے کے لئے اپنے جیب خرچ میں سے ادا کر دیا ہے۔ اس جیب خرچ میں سے وہ باقاعدہ چندہ عام اور وقف جدید بھی ادا کرتی ہیں۔ قارئین کرام سے ان کے لئے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے۔ اور ان کو کامیاب و کامران کرے۔ بچوں کی تربیت کا یہ بہت موثر طریق ہے دیگر والدین بھی خیال رکھیں۔

وکیل المال اول تحریک جدید

درخواستہائے دعا

۱۔ خاکسار کے لڑکے محمد جمال آف کروندی سابق سندھ کی بچی کئی دن سے بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار ہے۔ اس سے قبل اسکے دو بچے وفات پا چکے ہیں۔ صحابہ کرام درویشان قادیان اور دیگر احباب سے بچی کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز آجکل میں ایک مقدمہ کی وجہ سے پریشان ہوں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اس میں کامیاب کرے

(خاکسار محمد اسمٰعیل محلہ گڑھا چنیوٹ)

۲۔ میری اہلیہ درد گردہ کی مریضہ ہے احباب جماعت و بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

- محمد سعید اختر منیجر نیشنل بنک آف پاکستان ماڑی انڈس۔

اس سلسلہ میں مکرم محمد سعید اختر صاحب نے ایک مستحق کے نام سال بھر کے لئے خطبہ نمبر جاری کرایا ہے۔ (منیجر الفضل)

۳۔ عزیزم برادرم چوہدری عبدالمجید صاحب سیال ایڈووکیٹ قصور جو حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ سابق ناظر اعلیٰ کے بھتیجے اور چوہدری محمد سعد اللہ صاحب سیال مرحوم کے چھوٹے بھائی ہیں۔ بلڈ پریشر اور اس سے متعلقہ عوارض کے باعث عرصہ سے بیمار ہیں احباب جماعت اور بزرگان سلسلہ صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ (تاج الدین تحریک جدید ربوہ)

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیہ نفس کرتی ہے

شجرکاری

۱۲ر فروری سے ہفتہ شجرکاری شروع ہو رہا ہے۔ اس کو کامیاب بنا کر اپنی اور ملکی دولت میں اضافہ کیجئے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ خود درخت کا یہ فرض نہیں کہ وہ اپنی حفاظت آپ کرے بلکہ یہ پودا لگانے والے کا فرض ہے کہ ایک ذمہ دار باپ کی طرح اس کی حفاظت اور پرورش کرے۔ (ناظر زراعت)

ضروری گذارش

احباب سے یہ گذارش ہے کہ الفضل کے مشتہرین سے خط و کتابت کرتے وقت الفضل کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ اور ان سے معاملہ کرتے وقت اپنی تسلی ہر طرح کر لیا کریں۔

منیجر الفضل

بعض ضروری اور اہم خبروں کا خلاصہ

لاہور ۲۵ فروری وزیر اعظم چو این لائی نے مغربی پاکستان اسمبلی کے ایک خصوصی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کل پھر یہ اعلان کیا کہ کشمیر کا تنازعہ کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق طے ہونا چاہیئے۔ اسی طرح بھارت اور چین کا تنازعہ بھی پر امن گفت و شنید کے ذریعہ سلجھایا جا سکتا ہے۔ مسٹر چو این لائی نے بھارت اور دوسری سامراجی طاقتوں کو خبردار کیا کہ انہیں غیر ملکی امداد کے سہارے ہمسایہ قوموں پر اپنی مرضی ٹھونسنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی آپ نے متنبہ کیا کہ جو سامراجی طاقتیں افریقی و ایشیائی ملکوں کی آزادی کو نظر انداز کر رہی ہیں اور انہوں نے کمزور قوموں کو ڈرانے دھمکانے کا وطیرہ اختیار کر رکھا ہے وہ تاریخ کے دھارے کے خلاف نبرد آزما ہیں اور انہیں ناکامی و نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ مسٹر چو این لائی نے پاکستان کے عوام اور حکومت کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے بین الاقوامی دنیا میں ہمیشہ چین کی حمایت کی اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ چین امن پسند ملک ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی پاکستان کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے چین کی دو حکومتوں کے نظریے کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔ اور عوامی چین کو اقوام متحدہ میں اس کا جائز مقام دلانے کی کوشش کی ہے۔ چینی وزیر اعظم نے پاکستانی عوام کو بھی خراج تحسین ادا کیا اور کہا کہ وہ نہایت باہمت، جفاکش، محنتی اور جفاکش ہیں۔ اور انہوں نے پاکستان کی صنعتی زندگی اور ثقافتی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے جس کی وجہ سے پاکستان کے بین الاقوامی وقار میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے صدر ایوب کی قیادت کو بھی سراہا۔

دوسری بنڈونگ کانفرنس کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے وزیر اعظم چین نے کہا کہ پہلی کانفرنس تاریخی اہمیت کی حامل تھی جس کے بعد افریقہ اور ایشیا میں خود مختاری اور آزادی کے حصول کی خواہش جنگل کی آگ کی طرح بھڑک اٹھی ہے اور استعمار پسندوں کو دندان شکن شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ سامراجی طاقتیں اپنی اس شکست کو تسلیم نہیں کر رہی ہیں۔ اور وہ اپنی جارحیت، مداخلت اور تخریب پسندی کی پالیسی پر گامزن ہیں جس کا مقابلہ صرف افریقی ایشیائی عوام کے اتحاد کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔

آئین مناس ٹرینیں اور بسیں نواحی اضلاع سے ہزاروں لوگوں کو جو معزز مہمانوں کو ایک جھلک دیکھنا چاہتے تھے ڈھاکہ لا رہی تھیں۔

لاہور ۲۵ فروری۔ پاکستان اور آزاد کشمیر کے رہنماؤں نے وزیر اعظم چو این لائی اور صدر ایوب کے مشترکہ اعلان کا پر جوش خیر مقدم کرتے ہوئے اسے تحریک آزادی کشمیر اور پاکستان کے منصفانہ موقف کی عظیم فتح قرار دیا ہے۔ مشترکہ اعلان میں کشمیر کا مسئلہ کشمیریوں کی خواہشات کے مطابق طے کرنے کی حمایت کی گئی ہے۔

صدر حکومت آزاد کشمیر مسٹر کے ایچ خورشید نے کشمیر کے بارے میں درست رویہ اختیار کرنے پر حکومت پاکستان اور حکومت چین کا شکریہ ادا کیا ہے اور یہ توقع ظاہر کی ہے کہ دونوں نہ صرف چین اور پاکستان کی دوستی مضبوط ہو گی جس سے ایشیا میں حریت و آزادی کو تقویت پہنچے گی۔ بلکہ کشمیر کا مسئلہ سلجھانے میں بڑی مدد ملے گی۔ مسٹر کے ایچ خورشید نے کہا ہر ایشیائی کو تدبر، فراست اور انسانی مسائل کے بارے میں حقیقت پسندی کے اس مظاہرہ پر فخر کرنا چاہیئے۔ مجھے امید ہے کہ بھارت بھی ایشیا اور ایشیائی عوام سے غداری نہیں کرے گا وہ اپنی غلطی محسوس کرے گا۔ چھوٹی قوموں کی آزادی کا احترام کرے گا۔ اور عالمی مسائل کو صرف اپنی خواہش کے مطابق طے کرنے کی خواہش ترک کر دے گا۔

ڈھاکہ ۲۵ فروری۔ وزیر اعظم چین مسٹر چو این لائی کل شام جب لاہور سے مشرقی پاکستان کے دورہ دورہ پر ڈھاکہ پہنچے تو ہزاروں شہریوں نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ فضا پاک چین دوستی زندہ باد چو این لائی زندہ باد اور افریشیائی استحکام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ مسٹر چو این لائی کے ہمراہ طیارہ میں چین کے نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ مارشل چن ای اور مادام چانگ چین پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو، بیگم نصرت بھٹو، قومی اسمبلی کے سپیکر مسٹر اے۔ کے ایم فضل القادر چوہدری بھی تھے۔ معزز مہمانوں کا طیارہ تیج گاؤں کے ہوائی اڈہ پر پانچ بجکر تین منٹ پر اترا۔ مسٹر عبد المنعم خان نے آگے بڑھ کر معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور ان کا تعارف قومی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر عبد الحمید چوہدری۔ صوبائی وزرا، غیر ملکی سفارتی نمائندوں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان اور اعلیٰ حکام سے کرا دیا۔ کمسن بچیوں نے مسٹر چو این لائی کو گلدستے پیش کئے۔

ہوائی اڈہ سے ایوان صدر تک چار میل لمبے راستے پر دو رویہ لاکھوں شہری معزز مہمانوں کا استقبال کرنے کے لئے کھڑے تھے۔ سارے راستے کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ مرد بچے اور عورتیں دونوں مسرت سے پاک چین دوستی زندہ باد وغیرہ کے نعرے لگا رہے تھے۔ کل حو

جدید سائنسی تحقیق (بقیہ صفحہ اول)

کے ایک انوکھے طریق کی نشاندہی کی۔

اس وقت بجز ڈاکٹر سلام کے کسی نے بھی اس طرف توجہ نہ کی آپ نے محسوس کیا کہ اس سے غیر معمولی طور پر ایک بہت بلند خیال کی نشاندہی ہوتی ہے چنانچہ آپ نے ڈاکٹر وارڈ کے ساتھ مل کر اس پر کام شروع کر دیا اس وقت ڈاکٹر وارڈ برطانیہ کے اٹامک ویپن ریسرچ اسٹیبلشمنٹ میں نظریاتی طبیعات کے سربراہ تھے اب وہ نقل مکانی کر کے امریکہ جا بسے ہیں۔

گزشتہ شب حسب اخبار ہذا (پاکستان ٹائمز) کے نامہ نگار نے ڈاکٹر سلام سے ملاقات کی تو انہوں نے آپ کو اپنے اس کارنامہ پر بجا طور پر نازاں پایا آپ نے فرمایا جہاں تک میرا تعلق ہے اٹامی طبیعات کے اس شعبہ کا یہ آخری باب ہے۔

ڈاکٹر سلام کل نیویارک روانہ ہو رہے ہیں جہاں آپ سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق اقوام متحدہ کی مشاورتی کمیٹی کے پہلے اجلاس میں شرکت فرمائیں گے۔

(پاکستان ٹائمز ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء)

درخواستِ دعا

میرے بھتیجے عزیزی ڈاکٹر مرزا عبد القیوم کی اہلیہ کار بنکل پھوڑے سے سخت تکلیف میں ہیں احباب سے درخواست دعا ہے کہ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا فرما دیں۔

(مرزا محمد حسین تحصیلدار سیکرٹری بیت السخاوت ربوہ)

۲۔ اہلیہ صاحبہ مکرم بشیر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ گوجرہ ایک ہفتہ سے بخار کمر درد بیمار ہیں۔

احباب جماعت و بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامل صحت عطا فرمائے

(ایم۔ ایس۔ اختر۔ ربوہ)

لاہور میں جلسہ مصلح موعود

جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے مورخہ ۱۵ مارچ کو مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں یوم مصلح موعود کا جلسہ ہو رہا ہے جو صبح دس بجے سے ایک بجے تک ہو گا اس میں مرکز سے تشریف لانے والے علمائے سلسلہ بھی تقاریر فرمائیں گے امید ہے جلسہ میں محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مکرم شیخ عبد القادر صاحب اور مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد کی تقاریر ہوں گی احباب کثرت سے اس جلسہ میں شامل ہو کر علمائے سلسلہ کی تقاریر سے مستفید ہوں۔

عبد اللطیف ستکوہی سیکرٹری اصلاح و ارشاد لاہور

تقریب شادی (بقیہ صفحہ اول)

بارات کے جامعہ احمدیہ پہنچنے پر تقریب رخصتانہ کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب کی زیر صدارت تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو لئیق احمد صاحب طاہر نے کی بعدہٗ عزیز صالح محمد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیہ نظم "محمود کی آمین" کے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے آخر میں حضرت قاضی صاحب موصوف نے رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا کرائی جس میں جملہ حاضرین شریک ہوئے تقریب رخصتانہ میں دیگر احباب کے علاوہ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور محترم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے بھی شرکت کی اگلے روز بروز ۲۲ فروری کو مکرم مولوی محمد احمد خان صاحب نسیم نے اپنے فرزند کی تقریب شادی کے سلسلہ میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں بہت سے دیگر مقامی احباب کے علاوہ خاندان حضرت مسیح موعود کے متعدد افراد نیز حضرت مسیح موعود کے ناظر و وکلاء صاحبان اور تعلیم الاسلام کالج کے ممبران سٹاف نے بھی شرکت کی۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو دونوں خاندانوں کے لئے دینی و دنیوی لحاظ سے ہر طرح خیر و برکت کا موجب [illegible] اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین اللہم آمین

مسئلہ ختم نبوت اور بزرگان سلف

(بقیہ صفحہ ۵)

مخالف تھی تو اس شخص کو یہ بتانے سے کیا فائدہ جو پہلے ہی مشہور تھا

آخر میں ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں میں وہ فراخ دلی اور دیانت داری اور صداقت کی تڑپ پیدا کرے کہ خدا کی رحمت جوش میں آ کر انہیں حقیقی اسلام کا حلقہ بگوش کر دے آمین یا رب العالمین۔

"قاضی صاحب کا صحیح اسلام پر ہونا اور قرآن اور فرمودات رسول پر گامزن ہونا ان کے مقرر کردہ عنوان سے ہی ظاہر ہے افسوس کہ یہ قوم کی رہنمائی کرنے والے اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے والے اور دلائل کا علمی جائزہ لینے والے قرآنی حکم

ولا تنابزوا بالالقاب

پر بھی عمل کرنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔"